13085CH21

باب 21

اُردو میں عوامی ذرائع ابلاغ

معاشرے میں افراد سے رابطہ کرنے اور اپنے تجربات واحساسات کا اظہار کرنے کے لیے انسان ہر عہد میں نئے نئے وسائل کا استعمال کرتا رہا ہے۔ کبھی تقریر سے، کبھی تحریر سے، کبھی بصری مناظر سے، کبھی سنگ تراشی سے، کبھی مصوّری سے، کبھی فنِ تعمیر وغیرہ سے۔ یہ وسائل ہزاروں سال سے استعمال ہوتے آرہے ہیں۔ دورِ جدید میں سائنس کی ترقی کے زیرِ اثر کئی نئے وسائل سامنے آئے جن کے ذریعے خیالات کا ایک وسیع حلقے تک پہنچنا آسان ہو گیا مثال کے طور پر اخبار، رسائل، ریڈیو، ٹیلی وِژن، فلم، تھیئٹر، انٹرنیٹ وغیرہ۔ ہماری زبان نے بھی اِن ذرائع ابلاغ کا بخوبی استعمال کیا ہے۔ ذیل میں اردو عوامی ذرائع ابلاغ کی روایات اور ان کے ارتقا کا مختصر جائزہ پیش ہے۔

صحافت :

صحافت یعنی اخبارات ورسائل عوامی ابلاغ کا سب سے قدیم ذریعہ ہیں اور آج بھی ان کی مقبولیت برقرار ہے۔ اردو میں صحافت کی روایت دیگر ہندوستانی زبانوں کے مقابلے زیادہ قدیم اور مستحکم رہی ہے۔ ہندوستان میں سب سے پہلا اخبار 1780 میں انگریزی میں نکالا گیا جس کا نام ہِکیز گزٹ (Hickey's Gazette) تھا۔ اردو میں پہلا اخبار 'جامِ جہاں نما' 1822 میں کولکتہ سے جاری ہوا تھا۔ اس کے مدیر سدا سکھ اور مالک ہری ہردت تھے۔ اردو کا دوسرا اخبار 'دہلی اردو اخبار' تھا۔ اس کے مدیر مولوی محمد باقر محمد حسین آزاد کے والد تھے۔ یہ اخبار 1837 میں 'اخبارِ دہلی' کے نام سے شروع ہوا تھا۔ 1840 میں اس کا نام 'دہلی اردو اخبار' ہو گیا۔ یہ اخبار دہلی کی سیاسی، سماجی اور تہذیبی زندگی کا آئینہ بن کر ابھرا۔ 1857 کی پہلی جنگِ آزادی میں ہندوستانیوں کو جب ابتدائی فتح حاصل ہوئی اور آزادی کے مجاہدوں نے بہادر شاہ ظفر کی قیادت میں انگریزوں کے خلاف جنگ جاری رکھنے کا اعلان کیا تو مولوی محمد باقر نے 12 جولائی سے اپنے اخبار کا نام 'اخبار الظفر' کر دیا۔ تقریباً دو ماہ بعد جب دہلی پر انگریزوں کا تسلّط قائم ہوا تو یہ اخبار بند ہو گیا اور مولوی محمد باقر کو انگریزوں نے سزائے موت دے دی۔

© NCERT not to be republished

دہلی ہی سے 1841 میں 'سید الاخبار' شائع ہونا شروع ہوا۔ اِسے سید محمد خاں نے جاری کیا جو سر سید احمد خاں کے بڑے بھائی تھے۔ اس اخبار کے مدیر عبدالغفور تھے۔ سر سید احمد خاں بھی اس اخبار سے وابستہ تھے۔ اس کے علاوہ اسی عہد میں 'صادق الاخبار' اور 'آئینۂ گیتی نما' اخبار دہلی سے شائع ہوئے۔ قدیم دہلی کالج سے بھی کئی اخبار و جریدے شائع کیے گئے۔ مثلاً 'قران السعدین'، جس کے مدیر اسپرنگر تھے اور 'فوائد الناظرین'، 'محبِّ ہند' کے مدیر ماسٹر رام چندر تھے۔ اس دوران 1837 سے 1857 تک ہندوستان کے مختلف شہروں سے کئی اور اخبار و جرائد شائع ہوئے جن میں سے چند یہ ہیں۔ 'آئینۂ سکندری (ممبئی)'، 'کوہِ نور (لاہور)'، 'خیر خواہِ ہند (مرزا پور)'، 'جامع الاخبار (مدراس)'، 'لکھنؤ اخبار (لکھنؤ)' وغیرہ۔

اب تک جو اخبار نکل رہے تھے وہ زیادہ تر ہفت روزہ، کچھ پندرہ روزہ اور کچھ ہفتے میں دو یا تین بار نکلنے والے اخبار تھے۔ 1858 میں کولکاتا سے اردو کا پہلا روز نامہ 'اردو گائڈ' جاری ہوا۔ اس کے مدیر مولوی کبیر الدین تھے۔ پہلی جنگ آزادی کے فوراً بعد کا سب سے اہم اخبار 'اودھ اخبار' تھا جسے منشی نول کشور نے 1858 میں جاری کیا تھا۔ 1877 میں یہ اخبار روز نامہ ہو گیا۔ اسی سال 'اودھ پنچ' جاری ہوا۔ 'اودھ اخبار' اور 'اودھ پنچ' میں بہت سی شاہ کار ادبی تحریریں شائع ہوئیں۔ یہ دونوں اخبار لکھنوی تہذیب کو فروغ دینے کے لیے بھی مشہور ہیں۔

سر سید احمد خاں نے 1866 میں سائنٹفک سوسائٹی کا ایک اخبار نکالا جس کا نام 'علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ' تھا۔ اس اخبار نے اردو میں سائنسی طرزِ فکر کو فروغ دیا۔ اس کے علاوہ انھوں نے 1879 میں ایک رسالہ 'تہذیب الاخلاق' بھی نکالا جو اپنی علمی و ادبی خدمات کے لیے کافی مقبول ہوا۔ انیسویں صدی کے نصفِ آخر میں ہی محبوب عالم نے گوجرانوالہ سے ایک ماہ نامہ 'زمیندار' اور ہفت روزہ 'ہمت' جاری کیا جس کا نام بعد میں بدل کر 'پیسہ اخبار' کر دیا گیا اور یہ اخبار لاہور سے نکلنے لگا۔

بیسویں صدی کے آغاز سے ہندوستان کی آزادی (1947) تک اردو میں بے شمار اخبار و رسائل جاری ہوئے۔ ان میں حسرت موہانی کا 'اردوے معلیٰ'، مولانا محمد علی جوہر کا 'ہمدرد'، ظفر علی خاں کا 'زمیندار'، ابوالکلام آزاد کے 'الہلال' اور 'البلاغ' خاص طور سے اہم ہیں۔ یہ تمام ادیب صحافی بھی تھے اور مجاہدین آزادی بھی۔

شیخ عبدالقادر نے 1901 میں لاہور سے رسالہ 'مخزن' جاری کیا۔ 1904 میں بابو دینا ناتھ نے لاہور سے اردو اخبار 'ہندوستان' نکالا۔ یہ ایک ہفتہ وار اخبار تھا اور انگریزوں کی مخالفت کے لیے مشہور رہا۔ 1907 میں الٰہ آباد سے شانتی نرائن بھٹنا گر نے ایک ہفتہ وار اخبار 'سوراجیہ' نکالا۔ 1908 میں دہلی سے خواتین کا ایک رسالہ 'عصمت'

© NCERT not to be republished

جاری ہوا جس کے پہلے مدیر شیخ محمد اکرام اور بعد میں علامہ راشد الخیری رہے۔ 1912 میں حامد اللہ انصاری نے بجنور سے ایک اہم اخبار 'مدینہ' جاری کیا۔ 1919 میں مہاشے کرشن نے لاہور سے 'پرتاپ'، 1921 میں حیدرآباد سے 'رہنمائے دکن'، 1923 میں مہاشے خوش حال چند نے 'ملاپ'، اسی سال سوامی شردھا نند نے دلی سے 'تیج'، مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی نے 1931 میں 'پیغام' شروع کیا بعد میں اس کا نام 'آزاد ہند' رکھ دیا گیا۔ ان اخباروں میں سے کئی اب بھی نکل رہے ہیں۔ 1920 میں لالہ لاجپت رائے نے اردو میں ایک بڑا اخبار 'بندے ماترم' شروع کیا۔ اخباروں اور رسائل کے یہ نام محض نمائندگی کے طور پر دیے گئے ہیں ورنہ اس دور میں بے شمار اخبار جاری ہوئے۔ آزادی سے قبل ایک بہت اہم اخبار 'قومی آواز' 1945 میں شروع ہوا۔ اس کے مدیر حیات اللہ انصاری اور سرپرست پنڈت جواہر لال نہرو تھے۔ یہ اخبار بعد میں اردو میں جدید صحافت کا نمائندہ اخبار سمجھا جانے لگا اور آزادی کے بعد اردو صحافت کو اس نے معیار اور اعتبار بخشا۔ آج ہندوستان کے بہت سے شہروں سے اردو کے کئی اہم اخبار شائع ہو رہے ہیں جن میں کچھ خاص نام حسبِ ذیل ہیں:

راشٹریہ سہارا، عوام، نئی دنیا، ملاپ، پرتاپ، ہندوستان ایکسپریس، صحافت، ہمارا سماج، چوتھی دنیا، انقلاب (دہلی) منصف، سیاست، رہنمائے دکن (حیدرآباد)، آگ (لکھنؤ)، انقلاب اور اردو ٹائمز (ممبئی)، اخبارِ مشرق، آزاد ہند (کولکاتا)، سنگم، قومی تنظیم، پندار (پٹنہ) اور رنگ آباد ٹائمز (اورنگ آباد، مہاراشٹر)۔ ان کے علاوہ ہندوستان کے تقریباً ہر شہر سے کوئی نہ کوئی اردو اخبار نکل رہا ہے۔ کئی اخباروں کے انٹرنیٹ ایڈیشن بھی شائع ہو رہے ہیں۔

فلم :

فلم عوامی ذرائع ابلاغ کا اہم وسیلہ ہے اور اس کی روایت ہندوستان میں انیسویں صدی کے آخری دور سے ملتی ہے۔ ہندوستان میں پہلی دفعہ 1896 میں فلم "Life Sized Reproduction" کی ممبئی میں نمائش کی گئی۔ اس کے بعد کئی فلمیں وقفے وقفے سے دکھائی جاتی رہیں۔ پہلی ہندوستانی فلم راجہ ہریش چندر 1913 میں دکھائی گئی۔ اس کے فلم ساز دادا صاحب پھالکے تھے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ 1931 تک جاری رہا۔ یہ خاموش فلمیں تھیں جن میں مکالمے اور آوازیں نہیں ہوتی تھیں صرف حرکات وسکنات کے ذریعے اظہارِ خیال کیا جاتا تھا۔ ظاہر ہے ان فلموں میں اردو یا کسی دوسری زبان کا کوئی عمل دخل ممکن نہیں تھا۔ لیکن ہر زبان کی ایک تہذیب ہوتی ہے، جو ان خاموش فلموں میں بھی کسی نہ کسی طور پر نظر آتی تھی۔ اردو کی کئی مقبول داستانوں مثلاً لیلیٰ مجنوں، شیریں فرہاد وغیرہ پر خاموش فلمیں بنائی گئیں۔

1931 میں پہلی بولتی فلم 'عالم آرا' بنی۔ یہ بولتی (Talky) فلم جوزف ڈیوڈ کے اردو ڈرامے 'عالم آرا' پر مبنی تھی۔ ان کا تعلق پارسی تھیئٹر سے تھا۔ اس فلم کے ہدایت کار اردشیر ایرانی کا بھی پارسی اردو تھیئٹر سے تعلق تھا۔ یہ فلم بہت کامیاب رہی۔ لوگ حیران تھے کہ تصویریں کیسے بولنے لگیں اور وہ بھی اتنی نفیس اردو میں۔

'عالم آرا' کے ریلیز ہونے کے محض پانچ ہفتے بعد مدن تھیئٹرز کی فلم 'شیریں فرہاد' ریلیز ہوئی۔ اس کی اسکرپٹ آغا حشر کاشمیری نے لکھی تھی۔ شیریں فرہاد اردو کی مقبولِ عام داستان ہے۔ آغا حشر نے اسی کو بنیاد بنا کر فلم کی کہانی لکھی۔ یہ فلم عالم آرا سے بھی زیادہ مقبول ہوئی۔ اس کے بعد مدن تھیئٹرز نے دو فلمیں اور بنائیں۔ پہلی 'لیلیٰ مجنوں' جس میں 22 اور دوسری 'شکنتلا' جس میں 41 گیت تھے۔ ان فلموں کی کامیابی نے ہماری فلموں کا رخ طے کر دیا اور نغمے ہماری فلموں کا لازمی حصہ بن گئے۔

اس کامیابی سے متاثر ہو کر اردو کے بہت سے ادیب اور شاعر فلمی دنیا سے وابستہ ہوئے۔ ان میں آغا حشر کاشمیری کا نام سرِ فہرست ہے۔ انھوں نے کئی فلموں کی اسکرپٹ لکھے۔ اس کے بعد پریم چند نے 'غریب مزدور' اور 'نوجیون' کی اسکرپٹ تیار کیے۔ پریم چند کے ناول 'بازارِ حسن' پر ان کی زندگی ہی میں فلم بن گئی تھی۔ اس کے بعد ان کے بہت سے افسانوں اور ناولوں پر فلمیں بنیں۔

پارسی تھیئٹر اور پریم چند کے بعد اردو فکشن اور سنیما کا رشتہ اور مستحکم ہو گیا۔ رفتہ رفتہ اردو کے بہترین تخلیقی فنکار فلموں سے وابستہ ہو گئے۔ سعادت حسن منٹو، راجندر سنگھ بیدی، عصمت چغتائی، کرشن چندر اور خواجہ احمد عباس جیسے اہم تخلیق کار فلموں کے لیے اسکرپٹ لکھنے لگے۔ آغا جانی، صفدر آہ، تابش لکھنوی، شمس لکھنوی، اختر انصاری اسی زمانے میں فلموں سے وابستہ ہوئے۔ ان کے علاوہ ساغر نظامی، کمال امروہوی، اختر مرزا، وجاہت مرزا، ضیا سرحدی، شاہد لطیف، اختر الایمان، ایس علی رضا، عزم بازید پوری، امان، احسان رضوی، ابرار علوی، سی ایل کاوش اور رامانند ساگر نے فلموں میں اسکرپٹ رائٹر کے طور پر اپنے جوہر دکھائے۔

فلموں میں ایک طرف جہاں اردو اسکرپٹ رائٹرز اپنے قلم کے جوہر دکھا رہے تھے وہیں بہت سے شاعروں نے نغمہ نگار کے طور پر ان فلموں کی مقبولیت میں نہایت اہم رول ادا کیا ہے۔ ان شعرا میں جوش ملیح آبادی، آرزو لکھنوی، علی سردار جعفری، شکیل بدایونی، مجروح سلطان پوری، ساحر لدھیانوی، جاں نثار اختر، کیفی اعظمی، نخشب جارچوی، راجندر کرشن، حسرت جے پوری، قمر جلال آبادی، اسد بھوپالی، کیف بھوپالی، راجہ مہدی علی خاں، مرزا ادیب، شہریار، ندا فاضلی، گلزار اور جاوید اختر وغیرہ کے نام خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ ان شعرا نے ہندوستانی فلموں کو ایک وقار اور معیار دیا۔

© NCERT not to be republished

اس طرح فلمی دنیا میں اردو کا جادو سر چڑھ کر بولنے لگا اور فلموں سے وابستہ فنکاروں کے لیے لازمی ہو گیا کہ وہ باقاعدہ طور پر استاد سے اردو زبان اور تلفّظ سیکھیں۔

اگرچہ موجودہ عہد میں زبان میں کافی تبدیلی آئی ہے۔ فلموں میں انگریزی کا چلن بہت بڑھ گیا ہے لیکن اب بھی ہندوستانی زبان میں بننے والی فلموں پر اردو زبان کا اثر غالب ہے۔

ریڈیو :

برقی ذرائع ابلاغ میں ریڈیو کی اہمیت مسلّم ہے۔ ہندوستان میں ریڈیو کی ابتدا بیسویں صدی کے اوائل میں ہی ہوگئی تھی۔ سب سے پہلے 1921 میں ممبئی سے تجرباتی طور پر موسیقی کا پروگرام کامیابی کے ساتھ نشر کیا گیا۔ اس کے بعد 1923 میں کولکاتا اور 1924 میں ممبئی میں مارکونی کی مدد سے ریڈیو کلب قائم کیے گئے اور پروگرام نشر ہونے شروع ہو گئے۔ 1926 میں انڈین براڈ کاسٹنگ سروس کا قیام عمل میں آیا۔ 1927 میں ممبئی اور کولکاتا میں باقاعدہ ریڈیو اسٹیشن قائم ہوا۔ دہلی میں 1936 میں ریڈیو اسٹیشن قائم ہوا، اسی سال انڈین براڈ کاسٹنگ سروس کا نام بدل کر آل انڈیا ریڈیو رکھا گیا۔

1947 میں جب ملک آزاد ہوا، اس وقت 9 ریڈیو اسٹیشن تھے جن میں سے ممبئی، کولکاتا، چنّئی، دہلی، لکھنؤ اور تروچنا پلی ہندوستان کے حصے میں آئے اور لاہور، پشاور اور ڈھاکہ پاکستان کے حصے میں گئے۔ ملک کی آزادی کے موقعے پر 15-14 اگست کی رات پنڈت جواہر لال نہرو نے ہندوستانی عوام سے براہِ راست خطاب کیا۔ یہ ہندوستان کا پہلا براہ راست نشریہ تھا۔ آزادی کے بعد ملک میں ریڈیو نشریے کے نظام میں زبردست ترقی ہوئی اور یہ عوامی ذرائع ابلاغ کا ایک اہم وسیلہ قرار پایا۔

فلم کی طرح ریڈیو کی ترقی میں بھی اردو ادیبوں کا بہت اہم رول رہا ہے۔ آزادی سے قبل جو اردو ادیب اور شاعر ریڈیو سے وابستہ رہے ان میں احمد شاہ پطرس بخاری کا نام بہت اہم ہے۔ وہ ریڈیو کے پہلے ہندوستانی ڈائریکٹر جنرل تھے۔ اس کے علاوہ سعادت حسن منٹو، کرشن چندر، مجاز، راجندر سنگھ بیدی، حبیب تنویر، عمیق حنفی، روش صدیقی، ساغر نظامی، سہیل عظیم آبادی، رفعت سروش، سلام مچھلی شہری، قیصر قلندر اور ایاز انصاری نے آزادی کے بعد ریڈیو سے منسلک رہ کر اس کے معیار کو بلندی عطا کی۔ عصرِ حاضر میں ریڈیو سے وابستہ اردو کی اہم شخصیات میں کمال احمد صدیقی، اقبال مجید، منظور الامین، مظہر امام، محمود ہاشمی، زبیر رضوی، رتن سنگھ وغیرہ کے نام اہم ہیں۔

ٹیلی ویژن :

عہدِ حاضر میں ٹیلی ویژن ہماری زندگی کا ایک ناگزیر حصّہ بن چکا ہے۔ اس کی ایجاد کافی بعد میں ہوئی لیکن اس کا فروغ بہت ہی تیز رفتاری سے ہوا ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ آج ٹیلی ویژن سب سے مؤثر اور طاقت ور ذریعۂ اِبلاغ ہے۔

ٹیلی ویژن کی نشریات کا آغاز سب سے پہلے 1920 میں امریکہ میں ہوا تھا۔ ہندستان میں 15 ستمبر 1959 میں پہلی بار تجرباتی طور پر ٹیلی ویژن نشریات عمل میں آئیں۔ 1961 سے اسکول ٹی.وی. (S.T.V) کا آغاز ہوا اور مستقل طور پر پروگرام نشر کیے جانے لگے۔ یہ پروگرام تعلیمی ہوتے تھے اور خاص طور سے سائنس کے اساتذہ اور طالبِ علموں کو نظر میں رکھ کر تیار کیے جاتے تھے۔ 1959 سے 1965 تک ہفتے میں صرف ایک دن ایک گھنٹے تک پروگرام دکھائے جاتے تھے۔ 1965 سے روز ایک گھنٹے کا پروگرام دکھایا جانے لگا۔ 1965 میں پہلی بار کچھ تفریحی پروگراموں کا بھی آغاز ہوا۔ لیکن تعلیم، صحت، دیہی مسائل اور مختلف ترقیاتی پروگرام کو اب بھی ترجیح حاصل تھی۔ یہ سلسلہ 1976 تک چلتا رہا۔ اسی برس ٹیلی ویژن سے کاروباری نشریات کا آغاز ہوا۔ اب تک ٹیلی ویژن اور ریڈیو ایک ہی شعبے کی دو شاخیں تھیں اور ایک ہی ڈائریکٹریٹ کے تحت تھے۔ اسی برس ٹیلی ویژن کو الگ مستقل ادارہ بنایا گیا جسے 'دوردرشن' نام دیا گیا۔

1982 میں ٹیلی ویژن میں انقلابی تبدیلیاں اس وقت آئیں جب سیٹلائٹ کے ذریعے قومی نیٹ ورک (National Network) قائم کیا گیا اور قومی نشریات کا سلسلہ شروع ہوا۔ اسے بیک وقت پورے ہندستان میں دیکھا جانے لگا اور ہندستان میں پہلی بار رنگین نشریات عمل میں آئیں۔ اسی سال ٹیلی ویژن پر پہلی بار راست نشریات (Live Telecast) کا آغاز ہوا۔ ایشیائی کھیلوں اور ناوابستہ ممالک کی کانفرنس کو دوردرشن پر سیدھا دکھایا گیا۔ 1984 میں ہندستان کا پہلا ٹی.وی. سیریل ''ہم لوگ'' شروع ہوا۔

1992 سے کیبل ٹی۔وی۔ کا آغاز ہوا اور دوردرشن کے علاوہ پرائیویٹ چینلوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ رفتہ رفتہ بے شمار پرائیویٹ چینلوں کی آمد نے ٹیلی ویژن کی دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ آج ٹیلی ویژن پروگرام کی نوعیت میں بہت تنوع اور رنگارنگی ہے۔ خبروں کے علاوہ تفریحی، معلوماتی، تاریخی، تہذیبی اور تعلیمی نوع کے پروگراموں کے ساتھ ساتھ سیاست، کھیل کود، صحت اور ادب گویا زندگی کے ہر شعبے سے متعلق مسائل و موضوعات پر پروگرام پیش کیے جاتے ہیں۔ ان سارے پروگراموں میں اردو زبان اور اردو الفاظ کا استعمال ناگزیر سا ہوگیا ہے۔ خبروں کی زبان سے لے کر ٹی۔وی۔ سیریلز، ٹیلی فلم، بحث ومباحثے اور دیگر تفریحی و معلوماتی پروگراموں اور اشتہارات میں اردو زبان اور اردو الفاظ کا استعمال کثرت سے ہو رہا ہے۔ اس سے عوامی ذرائع ابلاغ میں اردو کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

موجودہ عہد میں کئی ٹی۔وی چینل اردو کے پروگرام نشر کر رہے ہیں۔تعلیمی پروگراموں کے فن میں این سی ای آر ٹی، اگنو، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، جامعہ ملّیہ اسلامیہ اور نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اوپن اسکولنگ کے اردو درس و تعلیم پر مبنی پروگرام، دوردرشن کے چینل گیان درشن اور دیگر چینلوں پر نشر کیے جا رہے ہیں۔ دوردرشن کا چینل 'ڈی۔ڈی اردو'، 'ای ٹی وی اردو'، 'عالمی سہارا'، 'منصف' اور 'زی سلام' ایسے چینل ہیں جو اردو کے لیے مخصوص ہیں۔

برقیاتی ذرائع :

موجودہ عہد کو ہم ٹکنالوجی کا عہد کہتے ہیں ۔ اس دور میں زندگی کے تمام شعبے ٹکنالوجی کے مرہون ہیں۔ تعلیم و تدریس کے میدان میں بھی ٹکنالوجی کا استعمال ناگزیر ہوتا جا رہا ہے۔ بالخصوص کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی بڑھتی ہوئی ضرورت اور استعمال نے دنیا بھر کی زبانوں کو اس جانب متوجہ کیا ہے جس کے نتیجے میں دنیا کی تقریباً تمام ترقی یافتہ زبانوں میں ان کا استعمال ہو رہا ہے۔سیٹلائٹ کے نظام پر مبنی ابلاغ و ترسیل کے اس وسیلے کو سائبر اسپیس بھی کہا جاتا ہے۔سائبر اسپیس کی اصطلاح کافی وسیع معنی رکھتی ہے۔سائبر اسپیس سے مراد یہ ہے کہ ہر طرح کے موضوعات سے متعلق معلومات اور اعداد و شمار (Data) جمع کیے جاسکیں تا کہ اس کی ترسیل دوسروں تک ممکن ہو سکے۔اس طرح کمپیوٹر کے نظام ترسیل کے ایک حصے کو سائبر اسپیس کہہ سکتے ہیں۔

سائبر اسپیس کے حوالے سے بھی اردو زبان نے کافی پیش رفت کی ہے۔اردو، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے نظام سے بہ حسن و خوبی ہم آہنگ ہے۔اردو کا بیش قیمت سرمایہ سائبر اسپیس میں موجود ہے۔انٹرنیٹ پر اردو میں ڈیجیٹل لائبریری اور کئی اہم ادبی، تہذیبی، ثقافتی اور تعلیمی سائٹس موجود ہیں۔اس کے علاوہ آج کی اردو صحافت کو انٹرنیٹ کے استعمال نے کافی بلندیوں تک پہنچا دیا ہے۔اردو کے متعدد اخبارات انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔کئی اخبارات تو اب بھی امیج فائل کی شکل میں انٹرنیٹ پر پیش کیے جا رہے ہیں مگر زیادہ تر اخبارات یونی کوڈ میں شائع ہو رہے ہیں۔ان کے مواد بھی طبع شدہ (کاغذی اخبار) سے الگ ہوتے ہیں۔ایسے اخبارات تازہ ترین خبروں پر مشتمل ہوتے ہیں۔اسی لیے انٹرنیٹ پر موجود اخبارات میں لوگوں کی دلچسپی بڑھتی جا رہی ہے۔کمپیوٹر اور انٹرنیٹ فاصلاتی تعلیم و تدریس کے سلسلے میں بھی کافی معاون ثابت ہو رہے ہیں۔اسباق کی تیاری، طلبا تک ان کی رسائی اور طلبا کے ردّ عمل کو جاننے سے کافی مدد لی جاسکتی ہے۔

جدید ٹکنالوجی نے جہاں زندگی کے تمام شعبوں میں آسانیاں پیدا کی ہیں وہیں، اس نے زبان و ثقافت کے حوالے سے بھی نئے امکانات کو روشن کیا ہے اور اردو بھی جدید ٹکنالوجی سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔